جاء الحق وزھق الباطل

ماہنامہ

ضربِ حق

سرگودھا

شمارہ نمبر 18

ذی القعدہ ۱۴۳۲ھ، الموافق اکتوبر ۲۰۱۱ء



مدیر

سید محمد سبطین شاہ نقوی

- ایک جعلی مناظرہ
- اللہ تعالیٰ عرش پر ہے
- اجماعِ امت حجت ہے
- کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی شرعی حیثیت



جامعہ امام بخاری اہلِ حدیث مقام حیات سرگودھا

اہل حق کون؟

ابن جلال دین

امام یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر رحمہ اللہ (۳۶۸-۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

ولا خلاف بين علماء المسلمين أنّ حدّ البكر في الزنى غير حدّ الثيّب ، وأنّ حدّ البكر الجلد وحده وحدّ الثيّب الرجم وحدهُ ، إلّا أنّ من أهل العلم من رأى على الثيّب الجلد والرجم جميعا ، وهم قليل ، رُوِيَ ذلك عن عليّ وعبادة ، وتعلّق به داوٗد وأصحابه ، والجمهور على أنّ الثيّب يرجم ولا يجلد ، وأمّا أهل البدع من الخوارج والمعتزلة فلا يرون الرجم على أحد من الزناة ثيّبا كان أو غير ثيّب ، وإنّما حدّ الزناة عندهم الجلد ، الثيّب وغير الثيّب سواء عندهم ، وقولهم في ذلك خلاف سنّة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وخلاف سبيل المؤمنين ، فقد رجم رسول الله صلّى الله عليه وسلّم والخلفاء بعده ، وعلماء المسلمين في أقطار الأرض متّفقون على ذلك من أهل الرأي والحديث ، وهم أهل الحق وبالله التوفيق .

''مسلمان علماء کے مابین اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ کنوارے زانی کی سزا شادی شدہ زانی کی سزا سے اس طرح مختلف ہے کہ کنوارے کے لیے صرف کوڑے ہیں اور شادی شدہ کے لیے صرف رجم (سنگسار کرنا)۔ہاں معدودے چند اہل علم کے خیال میں شادی شدہ کو رجم کرنے کے ساتھ ساتھ کوڑے بھی مارے جائیں۔یہ بات سیدنا علی اور سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب نے اسی سے دلیل لی ہے جبکہ جمہور کے مطابق شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا، کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔اس کے برعکس خارجی اور معتزلی قسم کے بدعتی لوگوں کے مطابق کسی بھی زانی، خواہ وہ شادی شدہ ہو یا کنوارا، پر رجم کی سزا لاگو نہیں ہوگی۔ان کے خیال میں زانی کی سزا صرف کوڑوں کی صورت میں ہے۔وہ اس حوالے سے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کو برابر سمجھتے ہیں۔ان کی یہ بات سنت رسول کے بھی خلاف ہے اور مؤمنوں کے راستے (اجماع امت) کے بھی۔یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی (شادی شدہ زانیوں کو) رجم کیا ہے اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی ایسا کیا ہے۔دنیا کے تمام علاقوں میں مسلمان علماء، خواہ اہل الرائے ہوں یا اہل الحدیث، اس پر متفق ہیں۔یہی (رجم کے اقراری) لوگ اہل حق ہیں۔'' (التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد لابن عبد البر : ۲۳/۱۲۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاء الحق وزھق الباطل

ماہنامہ
سرگودھا

ضربِ حق

جلد نمبر ۱ | ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ، مطابق اکتوبر ۲۰۱۱ء | شمارہ نمبر ۱۸

سید محمد سبطین شاہ نقوی
0300-9600128

قیمت | فی شمارہ 20 روپے | سالانہ: 300 روپے علاوہ محصول ڈاک | پاکستان مع محصول ڈاک

جامعہ امام بخاری اہلحدیث
مقام حیات سرگودھا

0301-6751462
048-3715130



اللہ تعالیٰ عرش پر ہے۔

اہل سنت والجماعت کا اس عقیدہ پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے، ہر جگہ موجود نہیں۔ ان کی مخالفت میں زندیق جہمیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ یہ عقیدہ قرآن، حدیث، اجماع امت اور فطرت سلیمہ کے خلاف ہے۔ اہل سنت کے مشہور امام، قوام السنۃ، ابو القاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانی (م ۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

والجهميّة لا يصفون الله بالسمع والبصر والاستواء على العرش، ويقولون: هو في الأرض كما هو في السماء، وهو بكلّ مكان.

"جہمیہ، اللہ تعالیٰ کو سمع و بصر اور عرش پر مستوی ہونے کی صفات سے متصف نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ جیسے آسمانوں کے اوپر ہے ویسے ہی زمین میں بھی ہے اور وہ ہر جگہ ہے۔" (الحجة في بيان المحجة وشرح عقيدة اهل السنة: ۱/۱۴)

شیخ الاسلام ثانی، عالم ربانی، علامہ ابن القیم رحمہ اللہ (۶۹۱ـ۷۵۱ھ) اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کے بارے میں اجماع مسلمین ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أجمع المسلمون من الصحابة والتابعين أنّ الله على عرشه فوق سماواته، بائن من خلقه. "مسلمانوں یعنی صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے۔"

(مختصر الصواعق المرسلة على الجهمية والمعطلة لابن القيم: ۴۱۸)

امام آجری رحمہ اللہ (م ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں: **والذي يذهب إليه أهل العلم أنّ الله عزّ وجلّ على عرشه فوق سماواته، وعلمه محيط بكلّ شيء، قد أحاط علمه بجميع ما خلق في السموات العلا، ولجميع ما في سبع أرضين.**

"اہلِ علم کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے اور اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ بلند آسمانوں میں اور ساتوں زمینوں میں جو بھی چیز ہے، اس نے اپنے علم کے ذریعے اسے گھیر رکھا ہے۔" (الشریعة للآجری: ۲۷۳)

اللہ تعالیٰ کی صفتِ علو کا تذکرہ کرتے ہوئے امام ابن عبد البر رحمہ اللہ (۳۶۸۔۴۶۳ھ) فرماتے ہیں: ولم يزل المسلمون في كلّ زمان إذا همّهم أمر وكربهم غمّ يرفعون وجوههم وأيديهم إلى السماء رغبة إلى الله عزّ وجلّ في الكفّ عنهم. "ہمیشہ سے اور ہر دور میں مسلمانوں کا یہ دستور رہا ہے کہ جب انہیں کوئی معاملہ پریشان کرتا یا کوئی غم انہیں تکلیف میں ڈالتا تو وہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو آسمانوں کی طرف اٹھا کر اس تکلیف کو دُور کرنے کے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے تھے۔"

(التمهيد لما في الموطا من المعاني والاسانيد لابن عبد البر: ۸۱/۲۲)

امام ابوزکریا یحییٰ بن عمار سجزی رحمہ اللہ (م ۴۲۲ھ) فرماتے ہیں:

فكلّ مسلم من أوّل العصر إلى عصرنا هذا إذا دعا الله سبحانه رفع يديه إلى السماء، والمسلمون من عهد النبيّ صلّى الله عليه وسلّم إلى يومنا هذا يقولون في الصلاة ما أمرهم الله تعالى به في قوله تعالى: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾، ولا حاجة لله سبحانه وتعالى إلى العرش، لكنّ المؤمنين كانوا محتاجين إلى معرفة ربّهم عزّ وجلّ، وكلّ من عبد شيئا أشار إلى موضع أو ذكر من معبوده علامة، فجبّارنا وخالقنا إنّما خلق عرشه ليقول عبده المؤمن إذا سئل عن ربّه عزّ وجلّ أين هو الرحمن؟ على العرش استوى، معناه فوق كلّ محدث على عرشه العظيم، ولا كيفيّة، ولا شبه.

"آغازِ اسلام سے آج کے دن تک کا ہر مسلمان جب اللہ سبحانہ کو پکارتا ہے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مبارک سے لے کر آج

تک مسلمان اپنی نمازوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَى﴾ کے مطابق (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى) کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو تو عرش کی کوئی حاجت نہیں لیکن مؤمن لوگ اپنے رب عزوجل کی معرفت کے محتاج ہیں۔ کوئی بھی شخص جو کسی چیز کی عبادت کرتا ہے، وہ کسی جگہ کی طرف اشارہ کرتا ہے یا اپنے معبود کی کوئی علامت ذکر کرتا ہے۔ ہمارے جبار رب اور خالق نے عرش کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ جب اس کے مؤمن بندے سے سوال کیا جائے کہ رحمٰن کہاں ہے تو وہ کہہ دے کہ وہ عرش پر مستوی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مخلوق سے اوپر اپنے عظیم عرش پر ہے۔ ہم اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کرتے نہ اس حوالے سے کوئی تشبیہ دیتے ہیں۔" (الحجة في بيان المحجة للاصبهاني : ۱۰۸/۲)

قوام السنۃ، امام ابوالقاسم اسماعیل بن محمد اصبہانی رحمہ اللہ (م ۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

قال أهل السنّة : خلق الله السماوات والأرض ، وكان عرشه على الماء مخلوقا قبل خلق السماوات والأرض ، ثمّ استوى على العرش بعد خلق السماوات والأرض على ما ورد به النصّ ، وليس معناه المماسّة ، بل هو مستو على عرشه كما بلا كيف ، كما أخبر عن نفسه ، وزعم هؤلاء أنّه لا يجوز الإشارة إلى الله سبحانه بالرؤوس والأصابع إلى فوق ، فإنّ ذلك يوجب التحديد ، وقد أجمع المسلمون أنّ الله هو العليّ الأعلى ، ونطق بذلك القرآن في قوله : ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ ، وزعموا أنّ ذلك بمعنى علوّ الغلبة لا علوّ الذات ، وعند المسلمين أنّ لله عزّ وجلّ علوّ الغلبة والعلوّ من سائر وجوه العلوّ لأنّ العلوّ صفة مدح ، فثبت أنّ لله تعالى الذات ، وعلوّ الصفات . وعلوّ القهر والغلبة ؛ وفي منعهم الإشارة إلى الله سبحانه من جهة الفوق خلاف منهم لسائر الملل ، لأنّ جماهير المسلمين وسائر الملل قد وقع منهم الإجماع على الإشارة إلى الله جلّ ثناؤه من جهة الفوق في الدعاء

والسؤال ، فاتفاقهم بأجمعهم على ذلک حجّة ، ولم يستجز أحد الإشارة إليه من جهة الأسفل ، ولا من سائر الجهات سوى جهة الفوق ، وقال الله تعالى : ﴿يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ﴾ ، وقال : ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ ، وقال : ﴿تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ﴾ ، وأخبر عن فرعون أنه قال : ﴿يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ☆ أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا﴾ ، فكان فرعون قد فهم عن موسى أنه يثبت إلها فوق السماء حتّى رام بصرحه أن يطّلع إليه ، واتّهم موسى بالكذب في ذلک ، والجهميّة لا تعلم أنّ الله فوقه بوجود ذاته ، فهم أعجز فهما من فرعون ، وقد صحّ عن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم أنه سأل الجارية التي أراد مولاها عتقها : أين الله؟ قالت : في السماء ، وأشارت برأسها ، وقال : من أنا؟ فقالت : أنت رسول الله ، فقال : أعتقها فإنّها مؤمنة ، فحكم النبيّ صلّى الله عليه وسلّم بإيمانها حين قالت : إنّ الله في السماء ، وتحكم الجهميّة بكفر من يقول ذلک .

”اہل سنت کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ آسمان و زمین کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا جیسا کہ نص وارد ہوئی ہے۔ استواء کا معنی عرش کے ساتھ ملنا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے، البتہ اس کی کوئی کیفیت ہم بیان نہیں کرتے۔ ان جہمیہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اوپر کی طرف سر یا انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے حد بندی لازم آتی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ بلند اور اعلیٰ ہے۔ قرآن کریم اسی بارے میں گویا ہوا کہ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (تو اپنے بلند رب کے نام کی تسبیح بیان کر)، جہمیہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بلندی سے مراد غلبے کی بلندی ہے، ذات کی نہیں جبکہ مسلمانوں کے

نزدیک اللہ تعالیٰ کے لیے غلبے کی بلندی بھی ہے اور بلندی کی باقی تمام قسمیں بھی اسے حاصل ہیں کیونکہ بلندی اچھی صفت ہے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ذات کی بلندی بھی ہے، صفات کی بلندی بھی ہے اور قہر و غلبے کی بلندی بھی ہے۔ جہمیہ نے اوپر کی سمت اللہ کی طرف اشارے سے منع کر کے تمام ادیان کی مخالفت کی ہے کیونکہ جمہور مسلمانوں اور باقی تمام ادیان کا اس بات پر اجماع واقع ہو چکا ہے کہ وہ دعا اور سوال کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف اوپر کو اشارہ کرتے ہیں۔ ان تمام لوگوں کا اس بات پر اجماع کرنا حجت و دلیل ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کرنے کے لیے نیچے کو یا اوپر کے علاوہ کسی اور سمت کو اشارہ کرنا جائز قرار نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی ہے: (وہ اپنے ربّ سے اپنے اوپر کی طرف سے ڈرتے ہیں)، نیز فرمایا: (اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل کو وہ بلند کرتا ہے)، نیز فرمان ہوا: (فرشتے اور روح الامین اس کی طرف چڑھتے ہیں)، نیز فرعون کے بارے میں خبر دی کہ اس نے کہا تھا: (اے ہامان! میرے لیے ایک محل تعمیر کر، شاید کہ میں آسمانوں کے راستوں تک پہنچ سکوں اور موسیٰ کے الٰہ کو جھانک سکوں اور بلاشبہ میں اسے جھوٹا سمجھتا ہوں)۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ سمجھ گیا تھا کہ آپ علیہ السلام آسمانوں کے اوپر ایک ربّ کا اثبات کرتے ہیں، اسی لیے اس نے ایک محل تعمیر کر کے اس کی طرف جھانکنے کی خواہش کی تھی اور اس حوالے سے موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا خیال کیا تھا۔ جہمیہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے اوپر ہے۔ یہ لوگ سوچ سمجھ میں فرعون سے بھی گئے گزرے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے اس لونڈی سے سوال کیا جس کا مالک اسے آزاد کر دینا چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمانوں کے اوپر اور اس نے اپنے سر کے ساتھ (اوپر کی طرف) اشارہ بھی کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے اس کے مالک سے فرمایا: اسے آزاد کر دے کیونکہ یہ مؤمنہ ہے۔ جب اس لونڈی نے

کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر ہے تو آپ ﷺ نے اس کے ایمان کی گواہی دی، جبکہ جہمیہ اس شخص پر کافر ہونے کا حکم لگاتے ہیں جو اس طرح کہتا ہے۔"

(الحجة فی بیان المحجة للاصبهانی : ۱۱۸/۲)

یہ تو تھیں قرآن و سنت کی روشنی میں ائمہ دین کی تصریحات جن سے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ ماننا ایک گندا اور ناپاک عقیدہ ہے۔

لیکن ملا علی قاری حنفی ماتریدی (م ۱۰۱۴ھ) اہل سنت کی مخالفت اور شارح عقیدہ طحاویہ امام ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۳۱۔۷۹۲ھ) کے رد میں لکھتے ہیں:

والحاصل أنّ الشارح يقول بعلوّ المكان مع نفي التشبيه ، وتبع فيه طائفة من أهل البدعة . "حاصل کلام یہ ہے کہ شارح (امام ابن ابی العز حنفی) تشبیہ کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بلندیٔ مکان کے قائل ہیں۔ اس بارے میں انہوں نے اہل بدعت کے ایک گروہ کی پیروی کی ہے۔" (شرح الفقه الاكبر لملا علی القاری)

چند سطروں بعد مزید لکھتے ہیں: من الغرائب أنّه استدلّ على مذهبه الباطل (أي في العلوّ) برفع الأيدي في الدعاء ، وهو مردود .

"تعجب خیز بات ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے کے بارے میں اپنے باطل مذہب پر دعا میں ہاتھ اٹھانے سے دلیل لی ہے حالانکہ یہ مردود ہے۔"

(شرح الفقه الاكبر لملا علی القاری الحنفی)

قارئین کرام خود فیصلہ فرمائیں کہ قرآن و سنت اور اجماعِ امت کے صریح دلائل سے ثابت مذہب کو باطل اور مردود قرار دینا کیسی مسلمانی ہے؟



اجماعِ امت حجت ہے

اجماعِ امت دلیلِ شرعی ہے۔ اجماع کے دلیلِ شرعی ہونے پر اجماع ہے۔ اجماع کا لغوی معنیٰ اتفاق ہے۔ اصطلاحی معنیٰ یہ ہے:

اتّفاق أمّة محمّد صلّى الله عليه وسلّم خاصّة على أمر من الأمور الدينيّة .

"خصوصاً کسی دینی معاملے پر محمد ﷺ کی امت کا اتفاق کر لینا اجماع کہلاتا ہے۔"

(المستصفى من علم الاصول للغزالي : ٢٩٤/٢)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (٧٧٣۔٨٥٢ھ)، علامہ کرمانی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الإجماع هو اتّفاق أهل الحلّ والعقد أي المجتهدين من أمّة محمّد على أمر من الأمور الدينيّة .

"امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اہلِ حل وعقد، یعنی مجتہدین کا کسی دینی مسئلے پر اتفاق کر لینا اجماع ہے۔" (فتح الباري لابن حجر : ٣٠٦/١٣)

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١۔٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

معنى الإجماع أن تجتمع علماء المسلمين على حكم من الأحكام ، وإذا ثبت إجماع الأمّة على حكم من الأحكام لم يكن لأحد أن يخرج عن إجماعهم ، فإنّ الأمّة لا تجتمع على ضلالة .

"اجماع کا معنیٰ یہ ہے کہ مسلمان علماء کسی مسئلے پر جمع ہو جائیں۔ جب کسی بھی مسئلے پر اجماعِ امت ثابت ہو جائے تو کسی کے لیے اس کی مخالفت کرنا جائز نہیں کیونکہ امتِ محمدیہ

گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔" (مجموع الفتاوی لابن تیمیة : ۲۰/۱۰)

اجماع کا ثبوت : اہل حدیث یعنی اہل سنت کے چار دلائل شرعیہ ہیں:

① قرآن ② حدیث ③ اجماع امت ④ اجتہاد شرعی

ہمارے نزدیک حق کی معرفت، حق و باطل میں تمیز اور احکام شرعیہ کے ثبوت کے لیے قرآن وحدیث کی طرح اجماع امت بھی ایک معتبر ذریعہ ہے۔

اجماع کے ثبوت پر قرآن وحدیث کی صریح نصوص اور ائمہ دین کی واضح تصریحات موجود ہیں جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إنّ الحقّ الذی لا باطل فیه ، هو ما جاء ت به الرسل عن اللّٰه ..... ویعرف بالکتاب والسنّة والإجماع ، وأمّا ما لم تجیء به الرسل عن اللّٰه ، أو جاء ت به ولکن لیس لنا طریق موصلة إلی العلم به ففیه الحق والباطل ، فلهذا کانت الحجّة الواجبة الاتّباع للکتاب والسنّة والإجماع ، فإنّ هذا حقّ لا باطل فیه واجب الاتّباع ، لا یجوز ترکه بحال ..... لا یجوز ترک شیء ممّا دلّت علیه هذه الأصول ، ولیس لأحد أن یخرج عن شیء ممّا دلّت علیه ، وهی مبنیّة علی علی أصلین : احدهما أنّ هذا جاء به الرسول ، والثانی أنّ ما جاء به الرسول وجب اتّباعه .

"حق جس میں باطل کی کوئی ملاوٹ نہیں، وہ چیز ہے جسے پیغمبر، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے۔ اس کی معرفت کتاب وسنت اور اجماع کے ذریعے ہوتی ہے۔ وہ چیز جسے پیغمبر، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں لائے یا جسے پیغمبر لائے تو ہیں لیکن ہمارے پاس اسے معلوم کرنے کا کوئی راستہ نہیں، اس میں حق اور باطل دونوں چیزیں ہیں۔ اس لیے کتاب و سنت اور اجماع کی دلیل واجب الاتباع ہے۔ یہ وہ حق ہے جس میں باطل کی کوئی ملاوٹ

نہیں، اسے کسی حالت میں چھوڑنا جائز نہیں۔ یہ اصول (کتاب وسنت اور اجماع) جس چیز پر دلالت کریں اسے ترک کرنا ناجائز ہے اور کسی کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ ان اصولوں سے ثابت شدہ بات کی مخالفت کرے۔ ان اصولوں کی بنیاد دو اصولی باتوں پر ہے: ایک یہ کہ رسول ان کو لے کر آئے اور دوسری یہ کہ جس چیز کو رسول لے کر آئیں اس کا اتباع واجب ہوتا ہے۔" (مجموع الفتاوی لابن تیمیۃ : ۱۹/۱۰۵)

آیئے اب اجماع کے ثبوت پر قرآن وسنت کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

① فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (البقرۃ: ۱۴۳)

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بن جائے۔"

وسط سے مراد خیار عدل ہے۔ (لسان العرب لابن منظور: ۷/۴۳۰، مادۃ وسط)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اسی آیت کے بارے میں لکھتے ہیں: والآیۃ التی ترجم بھا (البخاری) احتج بھا أھل الأصول لکون الإجماع حجۃ، لأنھم عُدّلوا بقولہ تعالی: ﴿أُمَّةً وَّسَطًا﴾، أی عدولا، ومقتضی ذلک أنھم عصموا من الخطأ فیما أجمعوا علیہ قولا وفعلا.

"جس آیت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں پیش کیا ہے، اس کو اہل اصول نے اجماع کے حجت ہونے پر بطور دلیل پیش کیا ہے کیونکہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے امتِ وسط کہہ کر عادل قرار دے دیا ہے۔ اس آیت کا تقاضا ہے کہ مسلمان جس قول وفعل پر اجماع کرلیں، اس میں وہ خطا وغلطی سے محفوظ کر لیے جاتے ہیں۔"

(فتح الباری فی شرح صحیح البخاری لابن حجر: ۱۳/۳۱۶، ۳۱۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

فإذا كان الربّ قد جعلهم شهداء، ولم يشهدوا بباطل، فإذا شهدوا أنّ الله أمر بشيء فقد أمر به، وإذا شهدوا أنّ الله نهى عن شيء فقد نهى عنه.

''اللہ تعالیٰ نے ان کو گواہ بنایا ہے اور وہ باطل گواہی نہیں دیتے تو جب وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کا حکم دیا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا حکم دیا ہوتا ہے اور جب وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز سے منع فرمایا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز سے منع فرمایا ہوتا ہے۔'' (مجموع الفتاوی لابن تیمیة: ۱۷۷/۱۹)

② فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ (النساء: ۱۱۵)

''اور جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی نافرمانی کرے گا اور مؤمنوں کی راہ کے علاوہ کوئی راہ اختیار کرے گا، ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جدھر وہ پھرنا چاہتا ہے اور ہم اسے جہنم میں پھینک دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی مخالفت پر وعید سنائی ہے۔ ثابت ہوا کہ مؤمنوں کے راستے کی پیروی ضروری ہے اور اس کی مخالفت حرام ہے۔ مؤمنوں کا راستہ اجماعِ امت ہی تو ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهذه الآية تدلّ على أنّ إجماع المؤمنين حجّة.

''یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مؤمنوں کا اجماع حجت ہے۔''

(الایمان لابن تیمیة: ص ۳۵، مجموع الفتاوی: ۱۷۸/۱۹۔۱۸۰)

③ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے۔"

یہ آیتِ کریمہ بھی اجماعِ امت کے ثبوت پر بین دلیل ہے کیونکہ امتِ مسلمہ کے فرائض میں لوگوں کو دعوتِ حق دینا شامل ہے اور اگر ساری کی ساری امت باطل پر جمع ہو سکتی ہو تو اس میں بہتری کیا رہی؟ تمام مسلمان کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتے، یہی تو اجماع کے معصوم دلیل ہونے پر دلیل ہے جیسا کہ:

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۰۸-۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

والإجماع دلیل معصوم من الخطأ.

"اجماع غلطی سے محفوظ دلیل ہے۔" (تلبیس إبلیس لابن الجوزی: ۲۱۳/۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الإجماع معصوم من الخطأ.

"اجماع غلطی سے معصوم ہوتا ہے۔" (فتح الباری لابن حجر: ۱۷۴/۱۳)

④ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر حدیث ہے:

((لا تزال طائفة من أمّتي ظاهرين على الحقّ، لا یضرّهم من خذلهم حتّى یأتي أمر الله، وهم كذلك))

"میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہے گا۔ ان کے مخالف ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے حتی کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی حالت پر ہوں گے۔"

(صحیح مسلم: ۱۹۲۰)

علامہ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وفي هذا الحديث دليل لكون الإجماع حجّة، وهو أصحّ ما استدلّ به له من الحديث

''اس حدیث میں اجماع کے حجت ہونے کی دلیل موجود ہے۔ حدیث سے اجماع کی حجیت کی یہ صحیح ترین دلیل ہے۔'' (شرح صحیح مسلم للنووی : ۶۷/۱۳)

⑤ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے : ((من أراد منكم بحبوحة الجماعة ، فإنّ الشيطان مع الواحد ، وهو من الاثنين أبعد))

''تم میں سے جو شخص چاہتا ہے کہ اسے جنت کے درمیانی حصے میں جگہ ملے ، وہ جماعت کو لازم پکڑے کیونکہ شیطان اکیلے شخص کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک کے مقابلے میں دو اشخاص سے وہ زیادہ دُور ہوتا ہے۔'' (مسند عبد اللہ بن المبارک : ۲۴۱، سنن الترمذی : ۲۱۶۵، السنن الکبرٰی للنسائی : ۹۲۲۵، المستدرک علی الصحیحین للحاکم : ۱۱۴/۱، وھو صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام ابن حبان (۴۵۴ھ) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

یہ حدیث اجماعِ امت کے ثبوت پر صریح دلیل ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إذا كانت جماعتهم متفرّقة في البلدان فلا يقدر أحد أن يلزم جماعة وابدان قوم متفرّقين ، وقد وجدت الأبدان تكون مجتمعة من المسلمين والكافرين ، والأتقياء والفجّار ، فلم يكن في لزوم الأبدان معنى لأنّه لا يمكن ، ولأنّ اجتماع الأبدان لا يصنع شيئا ، فلم يكن للزوم جماعتهم معنى إلّا عليهم جماعتهم من التحليل والتحريم والطاعة فيهما ، ومن قال بما تقول به جماعة المسلمين فقد لزم جماعتهم ، ومن خالف ما تقول به جماعة المسلمين فقد خالف جماعتهم التي أمر بلزومها ، وإنّما تكون الغفلة في الفرقة ، فأمّا الجماعة فلا يمكن فيها كافّة غفلة عن معنة كتاب ولا سنّة ولا قياس إن شاء الله .

"جب مسلمانوں کی جماعت مختلف علاقوں میں پھیل گئی ہو تو کسی کے لیے جماعت کے جسموں کو لازم پکڑنا ممکن نہیں رہے گا۔ پھر بسا اوقات آپ مسلمانوں اور کافروں اور نیکوں اور بدوں کے جسموں کو اکٹھا دیکھتے ہیں لیکن اس طرح کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ایک تو جسموں کا لزوم ممکن نہیں، دوسرے جسموں کا اجتماع کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ لہٰذا مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنے کا معنیٰ صرف یہ ہے کہ حلت و حرمت اور ان دونوں کی تعیین میں مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑا جائے۔ جو شخص وہی بات کہتا ہے جو مسلمانوں کی جماعت کہتی ہے تو اس نے مسلمانوں کی جماعت کا لازم پکڑا ہے جبکہ وہ شخص جو مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بات کہتا ہے، وہ مسلمانوں کی اس جماعت کی مخالفت کرتا ہے جسے لازم پکڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔" (الرسالة للشافعي: ص ٤٧٥، ٤٧٦)

امام حاکم رحمہ اللہ نے دیگر کئی احادیث کی طرح اس حدیث سے بھی اجماع کی حجیت پر دلیل پکڑی ہے۔

⑥ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا يجمع الله أمتي على ضلالة أبدا ، ويد الله على الجماعة))

"اللہ تعالیٰ کبھی بھی میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔" (المستدرك على الصحيحين للحاكم: ١/١١٦، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ حدیث بھی اس بات پر نص ہے کہ امت کے صحیح العقیدہ علماء کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتے اور اجماعِ امت کو اللہ تعالیٰ کی تائید و حمایت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اجماع معصوم دلیل ہے جو خطا سے پاک و منزہ ہے۔

⑦ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک جنازے کے پاس سے ہوا۔ لوگوں نے مرنے والے کی تعریف و توصیف کی تو آپ نے

فرمایا: اس پر (جنت) واجب ہو گئی۔ پھر ایک اور جنازے کے پاس سے گزر ہوا تو لوگ اس کی برائیاں بیان کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اس پر (جہنم) واجب ہو گئی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ آپ نے یہ بات کس بنا پر کہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((شهادة القوم، المؤمنون شهداء الله في الأرض)) ثلاثا .

"قوم کی گواہی کی بنا پر۔ مومن زمین میں اللہ کے گواہ ہیں۔"

یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔ (صحیح البخاری: ۲۶۴۲، صحیح مسلم: ۹۴۹)

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ مومن لوگ اللہ کی زمین پر اس کے گواہ ہیں۔ ان کی گواہی اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر ہے۔ یہ بالاتفاق کسی چیز کو اچھا جانیں تو وہ اللہ کے ہاں اچھی ہی ہو گی اور اگر یہ بالاتفاق کسی چیز کو بُرا کہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بُری ہی ہو گی۔

⑧ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

فما رأى المسلمون حسنا فهو عند الله حسن ، وما رأوا سيّئا فهو عند الله سيّء . "جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں اچھا ہے اور جسے مسلمان بُرا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بُرا ہے۔" (مسند الامام احمد: ۳۷۹/۱، زوائد فضائل الصحابة للقطيعي: ۵۴۱، المعجم الكبير للطبراني: ۸۵۸۲، المستدرك للحاكم على الصحيحين للحاكم: ۷۸/۳، ۷۹، وسندهٗ حسنٌ)

اس قول کی سند کو امام حاکم اور حافظ ابنِ کثیر (البداية والنهاية: ۳۲۸/۱۰) رحمہما اللہ نے "صحیح" قرار دیا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو "حسن" (الدراية: ۸۶۳) اور حافظ سخاوی رحمہ اللہ (المقاصد الحسنة: ۹۵۹) نے خود اسے "حسن" قرار دیا ہے۔

سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا قول اور علمائے امت

علمائے امت نے اس اثر سے اجماعِ امت کی حجیت ثابت کی ہے جیسا کہ:

① امام حاکم رحمہ اللہ نے اس قول سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے: وقد رأى الصحابة جميعا أن يستخلفوا أبا بكر.

"تمام صحابہ کرام نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنا اچھا سمجھا۔"

② علامہ ابنِ حزم رحمہ اللہ (۳۸۴۔۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

فهذا هو الإجماع الذي لا يجوز خلافه لو تيقّن، وليس ما رآه بعض المسلمين أولى بالاتباع ممّا رآه غيرهم من المسلمين، ولو كان ذلك لكنّا مأمورين بالشيء وضدّه، وبفعل شيء وتركه معا، وهذا محال، لا سبيل إليه.

"یہ (مسلمانوں کا اتفاقی فیصلہ) وہ اجماع ہے جو اگر یقینی ہو جائے تو اس کی مخالفت جائز نہیں۔ بعض مسلمانوں کا اجتہاد بعض دوسرے مسلمانوں کے اجتہاد کے مقابلے میں زیادہ قابلِ اتباع نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو گویا ہمیں ایک چیز اور اس کی ضد دونوں کو انجام دینے اور بیک وقت ایک کام کو کرنے اور چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہوتا حالانکہ یہ محال اور ناممکن ہے۔"

(الإحكام في أصول الأحكام لابن حزم: ۱۹۷/۶)

③ علامہ ابنِ قدامہ مقدسی رحمہ اللہ (۵۴۱۔۶۲۰ھ) فرماتے ہیں:

الخبر دليل على أنّ الإجماع حجّة، ولا خلف فيه.

"یہ قول اجماع کی حجیت پر دلیل ہے۔ اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔"

(روضة الناظر لابن قدامة: ص ۸٦)

④ علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م ۷۹۰ھ) اس اثر کے بارے میں لکھتے ہیں:

إنّ ظاهره يدلّ على أنّ ما رآه المسلمون بجملتهم حسنا فهو حسن ، والأمّة لا تجتمع على باطل ، فاجتماعهم على حسن شيء يدلّ على حسنه شرعا ، لأنّ الإجماع يتضمّن دليلا شرعيًا .

"اس قول سے بدیہی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسے تمام مسلمان اچھا سمجھیں وہ کام اچھا ہی ہوتا ہے۔ امتِ مسلمہ کبھی باطل پر جمع نہیں ہو سکتی۔ ان کا کسی چیز کو اچھا سمجھنے پر اتفاق کر لینا بتاتا ہے کہ یہ شرعی طور پر بھی اچھی ہے کیونکہ اجماع کے اندر دلیل شرعی ہوتی ہے۔" (الاعتصام للشاطبی : ۶۵۵/۲)

⑤ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) لکھتے ہیں :

فهو دليل على أنّ ما أجمع عليه المسلمون ورأوه حسنا فهو عند الله حسن ، لا ما رآه بعضهم فهو حجة عليكم .

"یہ اثر اس بات پر دلیل ہے کہ جس کام کے اچھا ہونے پر مسلمان اجماع کر لیں وہ اللہ کے ہاں اچھا ہوتا ہے۔ ایسے نہیں کہ جسے بعض مسلمان اچھا سمجھیں وہ تمہارے خلاف دلیل بن جائے۔" (الفروسية لابن قيم الجوزية : ص ۶۰)

⑥ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۰۰۔۷۷۴ھ) فرماتے ہیں :

وهذا الأثر فيه حكاية إجماع عن الصحابة في تقديم الصدّيق ، والأمر كما قاله ابن مسعود .

"اس اثر میں صحابہ کرام کے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے مقدم کرنے پر متفق ہونے کا بیان ہے۔ بات وہی ہے جو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے (کہ مسلمانوں کا اجماعی فیصلہ، اللہ کا فیصلہ ہے)۔" (البداية والنهاية : ۳۲۸/۱۰)

⑦ علامہ العز بن عبد السلام رحمہ اللہ (۵۷۷۔۶۶۰ھ) لکھتے ہیں :

فالمراد بالمسلمين أهل الإجماع . ''(سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول میں) مسلمانوں سے مراد اہل اجماع ہیں۔'' (فتاوی العز بن عبد السلام: ص ۳۷۹)

⑧ بعض محدثین کرام نے اس اثر پر باب الإجماع کے الفاظ سے تبویب کی ہے۔ اس حوالے سے ملاحظہ فرمائیں: کشف الأستار عن زوائد البزار (۸۱/۱)، مجمع الزوائد للهيثمي (۱۷۷/۱) وغیرہ۔

⑨ شریح بن الحارث الکندی القاضی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إنّ عمر بن الخطّاب كتب إليه : إن جاء ک شيء في كتاب الله فاقض به ، ولا يلتفتک عنه الرجال ، فإن جاء ک ما ليس في كتاب الله فانظر سنّة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فاقض بها ، فإن جاء ک ما ليس في كتاب الله ولم يكن فيه سنّة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فانظر ما اجتمع عليه الناس فخذ به ، فإن جاء ک ما ليس في كتاب الله ولم يكن في سنّة رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ولم يتكلّم فيه أحد قبلک ، فاختر أيّ الأمرين شئت ؛ إن شئت أن تجتهد برأيک ثمّ تقدّم فتقدّم ، وإن شئت أن تتأخّر فتأخّر ، ولا أرى التأخّر إلّا خيرا لک .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ایک خط لکھا جس کے مندرجات یہ تھے: اگر آپ کے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کے بارے میں کتاب اللہ میں کوئی بیان ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیجیے اور اس بارے میں لوگوں کی آراء کی طرف التفات نہ کیجیے۔ اگر آپ کے پاس کتاب اللہ کا کوئی بیان نہ ہو تو سنتِ رسول پر غور کیجیے اور اس کے مطابق فیصلہ کر دیجیے۔ اگر کوئی مسئلہ ایسا ہو جس کے بارے میں نہ قرآنِ کریم میں کوئی صراحت ہو نہ سنتِ رسول میں تو دیکھیں کہ اس بارے میں لوگوں کا کوئی اجماعی فیصلہ ہو، اگر ایسا ہو تو

اس کے مطابق فیصلہ کر دیجیے۔ اگر کوئی مسئلہ ایسا ہو جس کے بارے میں قرآن کریم اور سنتِ رسول میں کوئی صراحت نہ ہو اور آپ سے پہلے کسی نے اس بارے میں کوئی بات نہ کی ہو تو دو کاموں میں سے جسے چاہیں پسند کر لیں، چاہیں تو اپنی رائے سے اجتہاد کر کے آگے بڑھ جایئے اور چاہیں تو پیچھے ہٹ جایئے۔ پیچھے ہٹنا میرے خیال میں آپ کے لیے بہتر ہی ہے۔"

(سنن الدارمي :١/٦٠، وسندهٗ حسنٌ)

اس اثر پر امام نسائی رحمہ اللہ نے **الحكم باتفاق أهل العلم** (اہل علم کے اجماع کے مطابق فیصلہ) کا عنوان قائم کیا ہے۔ (سنن النسائي، قبل الحديث : ٥٣٩٩)

⑩ صحابیٔ رسول سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

عليک بالجماعة ، فإنّ الله عزّ وجلّ لم يجمع أمّة محمّد على ضلالة .

"تم اجماع کو لازم پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کی امت کو گمراہی پر جمع نہیں کرتا۔"

(المعجم الكبير للطبراني : ١٧/٢٤٠، ح : ٦٦٦، وسندهٗ صحيحٌ)

نیز اس حوالے سے دیکھیں المستدرك على الصحيحين للحاكم (٤/٥٠٦، ٥٠٧)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس قول کو "صحیح" قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **رجاله ثقات .** "اس کے راوی ثقہ ہیں۔" (مجمع الزوائد : ٥/٢١٩)

تلك عشرة كاملة یہ اجماع کی حجیت پر پوری دس دلیلیں ہیں!

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ودلائل الإجماع من الكتاب والسنّة كثيرة .** "کتاب و سنت میں اجماع کی حجیت کے دلائل بہت زیادہ ہیں۔"

(جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البر : ٢/٤٣٨)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ (٧٠٠-٧٧٤ھ) فرماتے ہیں:

وقد ضُمِنَتْ لهم العصمة عند اتفاقهم من الخطأ ، كما وردت بذلك الأحاديث المتعددة أيضا. ”جب مسلمان کسی معاملے میں متفق ہوں تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ان کے لیے غلطی سے عصمت کی ضمانت دے دی گئی ہے جیسا کہ اس بارے میں بہت ساری احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔“ (تفسیر ابن کثیر : ۲/۸۱)

امام احمد بن حسین بیہقی رحمہ اللہ (۳۸۴۔۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

والإجماع أحد حجج الشريعة ، ولا يجوز تعطيله بالتوهم .

”اجماع شرعی دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔ وہم وگمان کی وجہ سے اسے ناقابل عمل قرار دینا جائز نہیں۔“

(الاعتقاد والهداية الى سبيل الرشاد على مذهب السلف واصحاب الحديث للبيهقي : ۱۸۰)

ہم اس بحث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۶۶۱۔۷۲۸ھ) کی اس عبارت پر ختم کرتے ہیں:

وسمّوا أهل الجماعة ، لأنّ الجماعة هي الاجتماع وضدّها الفرقة ... والإجماع هو الأصل الثالث الذي يعتمد عليه في العلم والدين ، وهم ، أي أهل السنّة والجماعة ، يزنون بهذه الأصول الثلاثة جميع ما عليه الناس من أقوال وأعمال باطنة أو ظاهرة ممّا له تعلّق بالدين ...

”اہل سنت کو اہل جماعت کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ جماعت سے مراد اجتماع ہے اور اس کا متضاد تفرقہ ہے۔۔۔ اجماع وہ تیسری دلیل ہے جس پر علم اور دین میں اعتماد کیا جاتا ہے۔ اہل سنت والجماعت ان تینوں دلائل (قرآن وسنت اور اجماع امت) پر لوگوں کے تمام ان اقوال اور ظاہری و باطنی اعمال کا وزن کرتے ہیں جن کا تعلق دین کے ساتھ ہوتا ہے۔“ (مجموع الفتاوى لابن تيمية : ۳/۱۵۷)



کھڑے ہو کر پیشاب

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے۔ اس بارے میں کوئی شرعی ممانعت ثابت نہیں۔

ائمہ دین نے اس بارے میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ اس مسئلہ میں قرینِ صواب قول امام منذر رحمہ اللہ (۲۴۲۔۳۱۹ھ) کا ہے، وہ فرماتے ہیں:

يبول جالسا أحبّ إليّ للثابت عن نبيّ الله صلّى الله عليه وسلّم أنه بال جالسا ، ولأنّ أهل العلم لا يختلفون فيه ، ولا أنهى عن البول قائما لثبوت حديث حذيفة .

"کوئی بیٹھ کر پیشاب کرے تو مجھے زیادہ اچھا لگتا ہے کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے بیٹھ کر پیشاب کیا، نیز اس بارے میں اہل علم میں کوئی اختلاف بھی نہیں۔ البتہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع نہیں کرتا کیونکہ اس بارے میں بھی سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت ہے۔"

(الاوسط في السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۱/۳۳۸)

امام بخاری رحمہ اللہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ) کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ ان کی تبویب ہے:

باب البول قائما وقاعدا . "کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کا بیان۔"

(صحيح البخاري: ۱/۳۵، قبل الحديث: ۲۲٤)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بیان ہے کہ:

أتى النبيّ صلّى الله عليه وسلّم سباطة قوم ، فبال قائما .....

"آپ ﷺ لوگوں کی ایک کوڑے کرکٹ والی جگہ پر آئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔" (صحیح البخاری: ۱/۳۵، ح: ۲۲٤، صحیح مسلم: ۱/۱۳۳، ۲۷۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

والأظهر أنه فعل ذلك لبيان الجواز، وكان أكثر أحواله البول عن قعود.

''معلوم یہی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایسا بیانِ جواز کے لیے کیا تھا۔ اکثر اوقات آپ بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔'' (فتح الباري لابن حجر: ۳۳۰/۱)

صحابہ کرام کا عمل:

اسی طرح کئی صحابہ کرام سے بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہے جیسا کہ:

① زید بن وہب بیان کرتے ہیں: رأيت عمر بن الخطاب بال قائما. ''میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔'' (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۲۶۸/٤، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ: مذکورہ اثر کے ساتھ ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی ثابت ہے:

ما بلت قائما منذ أسلمت. ''جب سے میں مسلمان ہوا ہوں، میں نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔''

(مصنف ابن ابي شيبة: ۱۲٤/۱، الاوسط لابن المنذر: ۳۳۸/۱، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ دونوں آثار بظاہر ایک دوسرے کے خلاف محسوس ہوتے ہیں حالانکہ دونوں بلا شک و شبہ ثابت بھی ہیں۔ ان کے بارے میں امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقد يجوز أن يكون عمر إلى الوقت الذي قال هذا القول لم يكن بال قائما، ثمّ بال بعد ذلك قائما، فرآه زيد بن وهب، فلا يكون حديثاه متضادّين.

''ہو سکتا ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات فرمائی تھی، اس وقت تک انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا ہو، پھر بعد میں کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو انہیں زید بن وہب نے دیکھا۔ لہٰذا یہ دونوں آثار ایک دوسرے کے خلاف نہیں ہیں۔''

(الاوسط لابن المنذر: ۱/۳۳۸)

② ابو ظبیان بیان کرتے ہیں: إنّه رآى عليًا بال قائما .

''انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔''

(مصنف ابن ابی شیبة: ۱/۱۲۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۶۷/، وسندہٗ صحیحٌ)

③ عبداللہ بن دینار کا بیان ہے: رأيت عبد الله بن عمر يبول قائما . ''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔''

(الموطا للامام مالك: ۱/۶۴، وسندہٗ صحیحٌ)

④ قبیصہ بن ذویب ہمدانی کہتے ہیں: إنّ زيد بن ثابت كان يبول قائما . ''سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے۔''

(الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۳/۴۸۸، وسندہٗ صحیحٌ)

⑤ ابو حازم بیان کرتے ہیں: رأيت سهل بن سعد يبول قائما.... وقال : قد رأيت من هو خير منّي ، فعله .

''میں نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس شخص کو ایسا کرتے دیکھا تھا جو مجھ سے بہتر تھا۔''

(صحیح ابن خزیمة: ۶۲، وسندہٗ صحیحٌ)

تابعین کرام و تبع تابعین عظام کا عمل:

① امام محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ کے بارے میں عبداللہ بن عون کا بیان ہے:

رأيت محمّدا يبول قائما ، وكان لا يرى به بأسا .

''میں نے امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔آپ اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے۔'' (مصنف ابن ابی شیبة: ۱/۱۲۳، وسندہٗ صحیحٌ)

② ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں: رایت ابی یبول قائماً.

''میں نے اپنے والد (عروہ تابعی رحمہ اللہ) کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔''

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۱۲۳، وسندہٗ صحیح)

③ فطر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: رأیت الحکم یبول قائما.

''میں نے امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔''

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۱۲۳، وسندہٗ صحیح)

④ طلحہ جعفری بیان کرتے ہیں: رأیت یزید بن الأصم یبول قائما. ''میں نے یزید بن الاصم رحمہ اللہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔''

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۱۲۳، وسندہٗ صحیح)

تنبیہ ①: ① سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا: ویحک ، أفلا قاعدا ؟

''تیری بربادی ہو! بیٹھ کر کیوں نہ کر لیا؟'' (الاوسط لابن المنذر: ۱/۳۳۶، ح: ۲۸۱)

اس اثر کو امام ابن منذر رحمہ اللہ نے حُدِّثْتُ (مجھے بیان کیا گیا ہے) کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ امام صاحب کے استاذ نامعلوم ہیں لہٰذا یہ روایت ''ضعیف'' ہے۔ نیز اس کی سند میں محمد بن اسحاق کی ''تدلیس'' بھی موجود ہے۔

② (ا) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أربع من الجفاء ..... أن یبول الرجل قائما .....

''چار چیزیں گنوار پن کی علامت ہیں ......ان میں سے ایک چیز کھڑے ہو کر پیشاب کرتا ہے۔''

(الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر النیسابوری: ۱/۳۳۶، السنن الکبریٰ

للبیهقی : ۲۸۵/۲)

یہ قول بھی ثابت نہیں کیونکہ اس کی سند میں سعید بن ابی عروبہ اور قتادہ بن دعامہ دونوں "مدلس" ہیں۔ سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔ نیز عبداللہ بن بریدہ کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع بھی ثابت نہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: وكذلك رواه الجريري عن ابن بريدة عن ابن مسعود . "اسی طرح اس روایت کو جریری نے بھی ابن بریدہ سے عن ابن مسعود بیان کیا ہے۔" (السنن الکبریٰ للبیہقی : ۲۸۵/۲)

یہ سند امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التاریخ الکبیر (۱۶۵۴) میں بیان کی ہے۔ اس میں بھی وہی علت موجود ہے، یعنی ابن بریدہ کا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ایک دوسری سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

وفي السند انقطاع بين ابن بريدة وابن مسعود .

"اس سند میں ابن بریدہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔"

(شرح الاذکار لابن علان : ۱۵۰/۵)

(ب) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: من الجفاء أن يبول قائما . "کھڑے ہو کر پیشاب کرنا گنوارپن کی علامت ہے۔"

(مصنف ابن ابی شیبۃ : ۱۲۴/۱)

اس اثر کی سند سفیان کی "تدلیس" کی وجہ سے "ضعیف" ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ المسیب بن رافع کی روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقطع ہوتی ہے۔

(کتاب المراسیل لابن ابی حاتم : ۲۰۷، السنن الکبریٰ للبیہقی : ۳۴۰/۵)

معلوم ہوا کہ کسی صحابی سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت و کراہت ثابت نہیں۔

(ج) امام شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: من الجفاء أن يبول قائما.
"کھڑے ہو کر پیشاب کرنا گنوار پن کی علامت ہے۔" (مصنف ابن ابی شیبة: ١/١٢٤)
اس کی سند بھی "ضعیف" ہے کیونکہ اس میں حریث بن ابی مطر راوی "ضعیف" ہے۔

(تقریب التہذیب لابن حجر: ١١٨٢)

امام حسن بصری رحمہ اللہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے اور پانی پینے کو ناپسند کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبة: ١/١٢٤)
اس روایت کی سند ہشیم بن بشیر واسطی اور یونس بن عبید کی "تدلیس" کی وجہ سے "ضعیف" ہے۔

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: إنّ سعد بن إبراهيم كان لا يجيز شهادة من يبول قائما. "قاضی سعد بن ابراہیم اس شخص کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے جو کھڑا ہو کر پیشاب کرتا تھا۔" (اخبار القضاۃ لمحمد بن وکیع: ١/١٥٦)
اس کی سند "ضعیف" ہے کیونکہ اس میں ابوبکر بن مسعر راوی موجود ہے جس کے حالات نہیں مل سکے۔ الاحوص بن المفضل راوی کا معاملہ بھی محلِ نظر ہے۔
معلوم ہوا کہ تابعین و تبع تابعین سے بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت ثابت نہیں۔

ہمارے علم کے مطابق اس حوالے سے صرف ایک قول ثابت ہے، وہ یہ ہے:

❁ عبداللہ بن بریدہ بیان کرتے ہیں: كان يقال في الجفاء أن يبول قائما. "کہا جاتا تھا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا گنوار پن کی علامت ہے۔"

(مصنف ابن ابی شیبة: ١/١٢٤، وسندہٗ صحیحٌ)

لیکن معلوم نہیں کہ کہتا کون تھا؟ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین

کے صریح عمل کے خلاف یہ مبہم قول کیا فائدہ دے سکتا ہے؟

تنبیہ ② : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

تقسم باللّٰہ ، ما رأی أحد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قائماً منذ أنزل علیہ القرآن . ''وہ اللہ کی قسم اٹھا کر کہتی تھیں کہ جب سے قرآن نازل ہونا شروع ہوا ہے، کسی نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے نہیں دیکھا۔''

(السنن الکبریٰ للبیہقی : ۱/۱۰۱، ۱۰۲ وسندہٗ صحیحٌ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔(المھذب للذھبی : ۱/۱۱۱)

امام ابوعوانہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منسوخ'' قرار دیا ہے۔(مسند ابی عوانۃ : ۵۰۴)

لیکن یہ بات صحیح نہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات اپنے علم کے مطابق کہی ہے جبکہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خود نبیِ اکرم ﷺ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تھا جیسا کہ شروع میں بیان ہو چکا ہے۔

ظاہر ہے کہ جس نے خود دیکھا ہے، اسی کی بات قابلِ ترجیح ہوگی۔ پھر مسلّمہ قاعدہ بھی ہے کہ مثبت اور منفی میں تعارض ہو تو مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

القول فی مثل ہذا قول من شاہد ، دون من لم یشاہد .

''اس جیسے تعارض میں اس شخص کی بات مانی جائے گی جس نے خود معاملے کو دیکھا ہو، نہ کہ اس شخص کی جس نے مشاہدہ نہیں کیا۔''(السنن الکبریٰ للبیہقی : ۲/۴۷۶)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: إنّہ مستند إلی علمہا ، فیحمل علی ما وقع منہ فی البیوت ، وأمّا فی غیر البیوت فلم تطلع ہی علیہ ، وقد حفظہ حذیفۃ وہو من کبار الصحابۃ ، وقد بیّنّا أنّ ذلک کان بالمدینۃ ، فتضمّن الردّ علی ما نفتہ من أنّ ذلک لم یقع بعد نزول القرآن .

"اس بات کی بنیاد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ہے۔ اسے گھروں کے واقعات پر محمول کیا جائے گا (یعنی آپ ﷺ نے گھر میں کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا)۔ گھروں کے علاوہ جو مقامات تھے وہاں پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے قضائے حاجت کا مشاہدہ نہیں کیا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ جو کہ کبار صحابہ کرام میں سے ہیں، نے رسول اللہ ﷺ کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا مشاہدہ کیا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے۔ اس سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس بات کی نفی ہو گئی کہ قرآنِ کریم کے نزول کے بعد ایسا نہیں ہوا۔"

(فتح الباری لابن حجر : ۳۳۰/۱)

تنبیہ ③ : سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **ثلاث من الجفاء : أن یبول الرجل قائما ، أو یمسح جبهته قبل ان یفرغ من صلاته ، او ینفخ فی سجوده .** "تین کام گنوار پن کی علامت ہیں: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، نماز سے فارغ ہونے سے پہلے اپنی پیشانی کو صاف کرنا اور اپنے سجدے میں پھونکیں مارنا۔" (التاریخ الکبیر للبخاری : ۱۸۹/۳، ت : ۱٦٥٤، الاوسط للطبرانی : ۱۲۹/٦، ح : ۵۹۹۸، مسند البزار : ٤٤٢٤)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **رجال البزار رجال الصحیح .**

"مسند البزار کے راوی صحیح بخاری والے ہیں۔" (مجمع الزوائد : ۸۳/۲)

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: **إسنادہٗ صحیح .** "اس کی سند صحیح ہے۔"

(عمدۃ القاری للعینی : ۱۳/۳)

اس کی سند بظاہر حسن ہے لیکن اس میں ایک مخفی علت ہے، یعنی یہ معلول روایت ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے: **هذا حدیث منکر ، یضطربون فیه .** "یہ حدیث منکر ہے، اس کو بیان کرنے والے اضطراب کا شکار



ہیں۔"(السنن الکبریٰ للبیہقی : ۲/۲۸۶)

اس روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ (تحت الحدیث: ۱۲) نے بھی "غیر محفوظ" قرار دیا ہے۔

شارح ترمذی علامہ عبد الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ (م ۱۳۵۳ھ) امام عینی حنفی کے ردّ میں لکھتے ہیں: الترمذیّ من أئمّة هذا الشأن ، فقوله : حديث بريدة غير محفوظ ، يعتمد عليه ، وأمّا إخراج البزّار حديثه بسند ظاهرة الصحّة فلا ينافي كونه غير محفوظ . "امام ترمذی رحمہ اللہ فن حدیث کے ائمہ میں سے ایک امام ہیں۔ ان کے بریدہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو غیر محفوظ کہنے پر اعتماد کیا جائے گا۔ رہا امام بزار رحمہ اللہ کا بظاہر صحیح سند کے ساتھ اس کو روایت کرنا تو وہ غیر محفوظ ہونے کے منافی نہیں۔"

(تحفة الاحوذی للمبارکفوری : ۱/۶۸)

فائدہ ① : حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱۔۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

وقد ورد في النهي عن البول قائما أحاديث لا تثبت .

"کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت میں کئی احادیث مروی ہیں لیکن وہ ثابت نہیں۔"(شرح مسلم للنووی : ۳/۱۶۶، وفی نسخة : ۱/۱۳۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: ولم يثبت عن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم في النهي عنه شيء . "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے ممانعت کے بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں۔"

(فتح الباری لابن حجر : ۱/۳۳۰، التوضیح لشرح الجامع الصحیح لابن الملقن : ۴/۴۲۲)

فائدہ ② : سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إنّ النبيّ صلّى الله عليه وسلّم بال قائما من جرح كان بمأبضه .

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھٹنے کی اندرونی جانب لگنے والے زخم کی وجہ سے کھڑے ہو

کر پیشاب کیا۔" (المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۸۲/۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۱/۱)

اس روایت کی سند "ضعیف" ہے کیونکہ اس میں حماد بن غسان جعفی راوی "ضعیف" ہے۔ اسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے "ضعیف" قرار دیا ہے۔ (العلل للدارقطنی: ۲۶۱۴)

حافظ نووی رحمہ اللہ نے بھی اسے "ضعیف" کہا ہے۔ (شرح صحیح مسلم للنووی: ۱۶۵/۳)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: هذا منكر. "یہ روایت منکر ہے۔"

(المہذب للذہبی: ۱۱۰/۱)

خود امام بیہقی رحمہ اللہ اس راوی کی اسی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

لا يثبت. "یہ ثابت نہیں۔"

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو واہ یعنی کمزور قرار دیا ہے۔

(تاریخ الاسلام للذہبی: ۵۲۵/۱۱)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس راوی کو ثقہ قرار دیا ہے لیکن یہ ان کا تساہل ہے۔ حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ امام حاکم کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفيه نظر، لا جرم ضعّفه البيهقيّ وغيره. "یہ محل نظر بات ہے، خصوصاً امام بیہقی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔" (التوضیح لشرح الجامع الصحیح: ۴۲۰/۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: وثقه الكرابيسي. "اس راوی کو کرابیسی نے ثقہ قرار دیا ہے۔" (لسان المیزان لابن حجر: ۳۵۲/۲)

لیکن اس بات کا حوالہ نہیں مل سکا۔ لہٰذا اس راوی کا ضعف ہی راجح ہے۔ واللہ اعلم!

فائدہ ③: جناب انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب نے لکھا ہے:

إنّ في البول قائما رخصة، وينبغي الآن المنع عنه، لأنّه عمل غير اهل الإسلام. "کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں رخصت موجود ہے لیکن موجودہ دور

میں اس سے رکنا چاہیے کیونکہ یہ غیر مسلموں کا عمل ہے۔"

(العرف الشذی للكشميری: ۵۷/۱، طبع موسسۃ ضحیٰ)

اگر غیر مسلم رسول اللہ ﷺ کی کسی سنت یا اسلام کی کسی رخصت پر عمل کرنا شروع کر دیں تو وہ مسلمانوں کے لیے نا قابل عمل نہیں ہو جائے گی۔ اسلام کی کتنی ہی اچھی باتیں ہیں جو اب غیر مسلموں نے اپنائی ہوئی ہیں۔ کشمیری صاحب کی یہ بات بہت غیر معقول ہے۔

اس کے رد میں علامہ عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قلت : بعد التسليم أنّ البول قائما رخصة ، لا وجه للمنع عنه في هذا الزمان ، وأمّا عمل غير أهل الإسلام عليه فليس موجبا للمنع .

"میں کہتا ہوں کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں رخصت تسلیم کر لینے کے بعد اس زمانے میں اس کی ممانعت میں کوئی معقولیت نہیں۔ رہا غیر مسلموں کا اس پر عمل کرنا تو وہ ممانعت کا سبب نہیں بن سکتا۔" (تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری: ۶۰/۱)

فیصلہ کن بات : حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقد ثبت عن عمر وعليّ وزيد بن ثابت وغيرهم أنّهم بالوا قياما ، وهو دالّ على الجواز من غير كراهة إذا أمن الرشاش .

"سیدنا عمر، سیدنا علی، سیدنا زید بن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھینٹوں سے بچا جا سکتا ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بغیر کراہت کے جائز ہے۔" (فتح الباری لابن حجر: ۳۳۰/۱)

یہی بات سنتِ رسول کے دلائل اور عمل سلف صالحین کی رو سے راجح ہے۔

والله أعلم بالصواب وعلمه أحكم وأبرم!



ایک جعلی مناظرہ

امام اوزاعی (م ۱۵۷ھ) اور امام ابوحنیفہ (۸۰ـ۱۵۰ھ) کے مابین مسئلہ رفع الیدین پر ایک مناظرہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس مناظرے کی استنادی حیثیت کیا ہے؟ ذرا اس پر نظر ڈالتے ہیں:

یہ مناظرہ جھوٹ کا پلندا ہے اور خالص ابلیسی کارروائی لگتی ہے۔ اس میں دو وضاع (اپنی طرف سے حدیثیں گھڑنے والے) اور ایک مجہول راوی موجود ہے۔ یہ جعلی مناظرہ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی نے اپنی کتاب مسند الإمام أبي حنيفة میں ذکر کیا ہے۔ اس قصے کی سند کا حال ملاحظہ فرمائیں:

(ا) اس جھوٹی سند کا مؤلف ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی ہے جو عبداللہ استاذ کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے متعلق محدثین کرام کی شہادتیں یہ ہیں:

① امام ابوزرعہ احمد بن حسین رازی رحمہ اللہ (م ۳۷۵ھ) فرماتے ہیں:

ضعیف . "یہ ضعیف راوی تھا۔" (سوالات السهمي للدارقطني: ص ۲۲۸، ت: ۳۱۸، تاريخ بغداد للخطيب: ۱۰/۱۲۷)

② علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں: قال أبو سعيد الرواس: يتهم بوضع الحديث . "ابوسعید رواس کا کہنا ہے کہ یہ متہم بالکذب راوی تھا۔"

(میزان الاعتدال للذهبي: ٤/٤٩٦)

③ احمد سلیمانی کہتے ہیں: كان يضع هذا الإسناد على هذا المتن، وهذا المتن على هذا الإسناد . "یہ شخص ایک سند کو دوسرے متن کے ساتھ اور ایک متن کو دوسری سند کے ساتھ لگا دیتا تھا۔" (میزان الاعتدال: ٤/٤٩٦)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وهذا ضرب من الوضع . ''ایسا کرنا حدیث گھڑنے کی ایک قسم ہے۔''

④ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هو صاحب عجائب وأفراد عن الثقات . ''یہ ثقہ راویوں سے عجیب وغریب روایات بیان کرنے والا شخص تھا۔''

(میزان الاعتدال: ۴/۴۹۶)

⑤ حافظ خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صاحب عجائب ومناكير وغرائب . ''یہ شخص عجیب وغریب اور منکر روایات بیان کرنے والا تھا۔''

(تاریخ بغداد للخطیب: ۱۰/۱۲۷)

نیز فرماتے ہیں: وليس بموضع الحجة . ''یہ حجت پکڑنے کے قابل نہیں۔'' (تاریخ بغداد للخطیب: ۱۰/۱۲۷)

⑥ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يعرف بالأستاذ ، له معرفة بهذا الشأن ، هو لين ، ضعفوه ، يأتي بأحاديث يخالف فيها ، حدثنا عنه الملاحمي وأحمد بن محمد بن الحسين البصير بعجائب .

''یہ راوی استاذ کے نام سے معروف ہے۔ یہ علم حدیث کی معرفت رکھتا تھا۔ لیکن کمزور تھا، محدثین کرام نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ ایسی احادیث بیان کرتا ہے جن میں ثقہ راوی اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہمیں اس سے ملاحمی اور احمد بن محمد بن حسین بصیر نے منکر روایات بیان کی ہیں۔'' (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للخلیلی: ۳/۱۸۵)

یہ تو استاذ حارثی کا حال ہے جس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ توثیق بھی ثابت نہیں۔

(ب) اس جھوٹی داستان کا دوسرا راوی ''استاذ عبداللہ'' کا استاذ محمد بن ابراہیم بن زیاد رازی ہے۔ اس کی توثیق نہیں مل سکی لہٰذا یہ مجہول راوی ہے۔

(ج) اس مناظرے کا تیسرا راوی سلیمان بن داود شاذکونی منقری ''کذاب'' اور

"وضاع" تھا۔ اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إنه يكذب . "بلاشبہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔"

(الجرح والتعديل لابن ابی حاتم: ۱۱۵/۴، وسندہٗ صحیح)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كذّاب ، عدوّ الله ، كان يضع الحديث . "یہ شخص جھوٹا، اللہ کا دشمن اور حدیثیں گھڑنے والا تھا۔"

(الجرح والتعديل لابن ابی حاتم: ۱۱۵/۴، وسندہٗ صحیح)

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ليس بشيء ، متروك الحديث ، وترك حديثه ، ولم يحدّث عنه . "یہ فن حدیث میں کسی کام کا نہ تھا، متروک الحدیث تھا، اس کی حدیث کو چھوڑ دیا گیا تھا، اس سے حدیث بیان ہی نہیں کی جاتی۔"

(الجرح والتعديل لابن ابی حاتم: ۱۱۵/۴)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عندي ممّن يسرق الحديث .

"میرے نزدیک یہ حدیث کے چوروں میں سے ہے۔" (الکامل لابن عدی: ۲۹۵/۳)

عبدان اہوازی بیان کرتے ہیں: إنه ذهب كتبه ، فكان يحدّث حفظا ، فيغلط ..... "اس کی کتابیں ضائع ہو گئی تھیں اور یہ حافظے سے بیان کرنے لگا تھا اور غلطیاں کرتا تھا۔۔۔" (الکامل لابن عدی: ۲۹۸/۳، وفی نسخۃ: ۱۴۵/۳)

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فيه نظر . (التاریخ الصغیر للبخاری: ۳۶۴/۲)

اس کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کی ڈھیروں جروح ثابت ہیں۔ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: والأكثرون على تضعيفه . "جمہور محدثین کرام اسے ضعیف ہی قرار دیتے ہیں۔" (مجمع الزوائد للهیثمی: ۲۴۵/۱)

یہ جھوٹا مناظرہ تھا۔ اس کی داستان جھوٹے لوگوں نے گھڑی ہے۔ ہمارے دور کے بعض الناس اس کو رفع الیدین جیسی پیاری سنت کے خلاف پیش کرتے ہیں۔ جھوٹی داستانیں وہی بیان کرتے ہیں جو خود جھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ کہ اہل حق کے ساتھ ...

حافظ ابو یحییٰ نورپوری

اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اونٹ کا گوشت کھا لے تو اسے نماز کے لیے وضو دوبارہ کرنا پڑے گا۔ اس حوالے سے دلائل شرعیہ ملاحظہ فرمائیں:

دلیل نمبر ① :

عن جابر بن سمرة : أنّ رجلاً سال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : أتوضّأ من لحوم الغنم؟ قال : ان شئت فتوضّأ ، وان شئت فلا توضّأ : قال أتوضّأ من لحوم الابل ؟ قال : نعم ، فتوضّأ من لحوم الابل ، قال : أصلّي في مرابض الغنم ؟ قال : نعم ، قال أصلّي في مبارك الابل ؟ قال : لا.

''سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا میں بکری کے گوشت (کو کھانے) سے وضو کروں؟ آپ نے فرمایا: اگر چاہو تو وضو کر لو اور اگر نہ چاہو تو نہ کرو، اس نے عرض کی: کیا میں اونٹ کے گوشت (کو کھانے) سے وضو کروں؟ آپ نے فرمایا، ہاں، اونٹ کے گوشت (کو کھانے) سے وضو کرو۔ عرض کی: کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، عرض کی: کیا میں اونٹوں کے باڑوں میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: نہیں۔''

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۶۰، طبع دار السلام)

دلیل نمبر ② :

عن البراء بن عازب قال : سئل رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عن الوضوء من لحوم الابل، فقال : توضّؤوا منها ، وسئل عن الوضوء من لحوم

الغنم، فقال: لا توضؤوا منها.

"سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اونٹ کے گوشت (کوکھانے) سے وضو کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا، اس سے وضو کرو، پھر آپ سے بکریوں کے گوشت (کوکھانے) سے وضو کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا، اس سے وضو نہ کرو۔"

(سنن الترمذی: ۸۱، سنن أبی داوٗد: ۱۸۴، سنن ابن ماجه: ۴۹۴، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۳۲)، امام ابن حبان (۱۱۲۸)، امام ابن الجارود (۲۶)، امام احمد بن حنبل، (مسائل الامام احمد لابنہ عبداللہ: ۱/۶۵) اور امام اسحاق بن راہویہ (جامع الترمذی، تحت الحدیث: ۸۱) رحمہم اللہ نے "صحیح" کہا ہے۔

مسند طیالسی (۷۳۴۔۷۳۵) اور سنن کبریٰ بیہقی (۱/۱۵۹) میں اعمش نے سماع کی تصریح کی ہے۔

دلیل نمبر ③:

عن جابر بن سمرة قال: كنّا نتوضّأ من لحوم الابل ولا نتوضّأ من لحوم الغنم. "سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (صحابہ کرام) اونٹ کے گوشت (کوکھانے) سے وضو کرتے تھے، لیکن بکریوں کے گوشت سے وضو نہیں کرتے تھے۔"

(مصنف ابن أبی شیبه: ۱/۴۶، ح: ۵۱۷، وسندهٗ صحیحٌ)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں مذکورہ مرفوع حدیث بھی بیان کی ہے اور مسلّم قاعدہ ہے کہ راویٔ حدیث اپنی روایت کو دوسروں سے بہتر جانتا ہے۔ راویٔ حدیث دیگر صحابہ کا بھی عمل بیان کر رہے ہیں۔ گویا کہ اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

ائمہ محدثین اور فقہائے کرام کی آراء:

① امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۰۰-۲۷۹ھ) یوں باب قائم کرتے ہیں:

باب ما جاء في الوضوء من لحوم الابل.

''اونٹ کے گوشت (کو کھانے) سے وضو کے بارے میں روایات کا بیان۔''

نیز لکھتے ہیں: وهو قول احمد وإسحاق ، وقد روى عن بعض أهل العلم من التابعين وغيرهم : أنهم لم يروا الوضوء من لحوم الابل ، وهو قول سفيان الثوري وأهل الكوفة . ''امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ کا یہی مذہب ہے (کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے)، البتہ بعض اہل علم تابعین وغیرہم سے مروی ہے کہ وہ اونٹ کے گوشت (کو کھانے) سے وضو (کا واجب ہونا) خیال نہیں کرتے تھے، یہ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا مذہب ہے۔''

(جامع الترمذی ، تحت الحدیث : ۸۱)

② امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق بن راہویہ رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (جامع الترمذی تحت الحدیث : ۸۱)

③ امام ابو داود رحمہ اللہ (۲۰۲-۲۷۵ھ) کی تبویب یوں ہے:

باب الوضوء من لحوم الابل .

''اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کا بیان۔'' (سنن ابی داود : ۱۸۴)

④ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (۲۰۹-۲۷۳ھ) رقمطراز ہیں:

باب ما جاء في الوضوء من لحوم الابل .

''اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرنے کی روایات کا بیان۔'' (سنن ابن ماجہ : ۴۹۴)

⑤ امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۲۳-۳۱۱ھ) یوں تبویب فرماتے ہیں:

باب الأمر بالوضوء من أكل لحوم الابل .
''اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرنے کے حکم کا بیان ۔''

(صحیح ابن خزیمہ : ۲۱/۱ ، ح : ۳۱)

⑥ امام ابن حبان رحمہ اللہ (م ۳۵۴) لکھتے ہیں :

ذکر الأمر بالوضوء من أكل لحم الجزور ضد قول من نفیٰ عنه ذالک .
''اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرنے کے حکم کا بیان، بخلاف اس شخص کے جو اس کی نفی کرتا ہے ۔''

(صحیح ابن حبان : ۴۳۱/۳ ، ح : ۱۱۵٤)

⑦ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (م ۴۵٦ھ) لکھتے ہیں :

وأكل لحوم الابل نیئة ومطبوخة أو مشویّة وهو یدری أنّه لحم جمل او ناقة فانّه ینقض الوضوء .

''اونٹ کا گوشت کھانا، خواہ کچا ہو یا پکا یا بھونا ہوا ہو، وضو توڑ دیتا ہے، بشرطیکہ کھانے والا جانتا ہو کہ یہ اونٹ یا اونٹنی کا گوشت ہے ۔'' (المحلّٰی لابن حزم : ۲٤۱/۱)

⑧ امام بیہقی رحمہ اللہ (م ۴۵۸ھ) کی تبویب حسب ذیل ہے :

باب التوضّی من لحوم الابل .

''اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرنے کا بیان ۔'' (السنن الکبریٰ للبیہقی : ۱۵۹/۱)

نیز مخالفین کے بودے دلائل کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

و بمثل هذا لا یترک ما ثبت عن رسول الله صلّی الله علیه وسلّم .

''اس جیسے (غیر معتبر دلائل) کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ سے ثابت شدہ حدیث کو چھوڑا نہیں جا سکتا ۔'' (السنن الکبریٰ للبیہقی : ۱۵۸/۱ ۔ ۱۵۹)

⑨ امام ابن منذر رحمہ اللہ (م ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں :

والوضوء من لحوم الابل یجب ، لثبوت ھذین الحدیثین وجودۃ اسنادھما . ''ان دونوں حدیثوں کے ثبوت اور ان کی سند کی عمدگی کی بناء پر اونٹ کا گوشت کھانے پر وضو واجب ہو جاتا ہے۔'' (الأوسط لابن المنذر : ۱۳۸/۱)

⑩ حافظ نووی لکھتے ہیں : وھذا المذھب أقوی دلیلاً .

''یہ مذہب (کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) دلیل کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے۔'' (شرح صحیح مسلم للنووی : ۱۸۵/۱)

تلک عشرۃ کاملۃ . ''یہ پوری دس گواہیاں ہیں۔''

مذہبِ احناف اور اس کے دلائل

قارئین کرام ! آپ رسول اکرم ﷺ کے واضح فرامین ، صحابہ کے عمل اور محدثین کی تبویب و آراء اور فتاویٰ جات سے اندازہ لگا چکے ہیں کہ یہ مسئلہ روز روشن کی طرح عیاں ہے، اس کے برعکس ہمارے تقلیدی بھائی اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کے قائل نہیں ، ان کے پاس کوئی دلیل بھی نہیں ، حسبِ روایتِ سابقہ اس مسئلہ میں بھی وہ صحیح و صریح احادیث پر تاویلات کے وار کر کے اپنے مذہبِ شکستہ کو سہارا دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

فائدہ :

جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی لکھتے ہیں :

''امام نووی شرح مسلم (۱۵۸/۱) میں لکھتے ہیں : جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ لحوم ابل کے استعمال کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا اور لکھتے ہیں کہ خلفاء اربعہ کا یہی مسلک تھا۔''

(خزائن السنن از صفدر : ۱۶۷/۱)

صفدر صاحب اس سلسلے میں ذرا سا تامل بھی گوارا نہیں کرتے ، ادھر کسی نے جمہور کا تذکرہ کیا ، ادھر جھٹ سے صفدر صاحب نے لیا ، حالانکہ اولاً اکثر اوقات فقہ حنفی کے مسائل

جمہور کے منافی ہوتے ہیں۔ تھوڑا سا غور کرنے سے حقیقت حال منکشف ہو جاتی ہے، کئی مقامات پر جمہور تو درکنار، اجماع کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی۔

ثانیاً: جمہور کی خلاف سنت بات نہیں مانی جا سکتی، اسی لئے اہلحدیث کے ہاں مسائل میں جمہور کی موافقت ضروری نہیں، دین محمد ﷺ کے فرامین کا نام ہے، نہ کہ جمہور کی آراء کا، اگر ایک آدمی بھی محمد ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کرتا ہے تو اسی کی بات معتبر ہوگی، خود جناب ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

فما علیٰ أبی حنیفة من ملام إذا کان متمسّکاً بالحدیث الصّحیح أو الحسن إن خالفه النّاس فافهم! ''امام ابو حنیفہ پر اس وقت کوئی ملامت نہیں بنتی جب وہ صحیح یا حسن حدیث پر عمل کریں، اگرچہ دوسرے لوگ (محدثین) ان کی مخالفت ہی کریں، اس بات کو سمجھ لینا چاہیے۔'' (اعلاء السنن: ۱/۱۷٤)

ثالثاً غور کرنے سے پتا چلے گا کہ اس مسئلہ میں بھی جمہور موافق حدیث ہیں، حافظ نووی کی یہ بات صحیح نہیں کہ جمہور کے ہاں اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، نیز یہ کہ خلفاء اربعہ کا یہی مذہب تھا۔ احناف کو چاہیے کہ خلفائے اربعہ تو کجا، کسی ایک خلیفۂ راشد سے بھی باسند صحیح یہ بات ثابت نہیں کر دیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١-٧٢٨ھ) لکھتے ہیں:

وأمّا من نقل عن الخلفاء الرّاشدین أو جمهور الصّحابة أنّهم لم یکونوا یتوضّئون من لحوم الابل، فقد غلط علیهم.

''تو جس آدمی نے خلفائے راشدین یا جمہور صحابہ کرام سے اونٹ کے گوشت سے وضو نہ کرنا نقل کیا ہے، اس نے ان کی طرف غلط بات منسوب کی ہے۔'' (القواعد النورانیة: ۹)

کاش کہ صفدر صاحب کچھ غور فرماتے!!!

امام مالک اور امام شافعی سے بھی باسند صحیح مذہب ثابت نہیں، پھر جمہور کی بات تو

یہ ہے کہ یہ لوگ اس مذہب کو امام ابو حنیفہ سے بھی باسند صحیح ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔

اس کے برعکس ہم نے ایک درجن سے زائد ائمہ اور محدثین سے باسند صحیح یہ ثابت کیا ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، کوئی ان کی سند پر اعتراض تو کرے!

دلیلِ احناف:

جناب محمد سرفراز خاں صفدر دیوبندی حیاتی لکھتے ہیں:

''امام نووی نے شرح مسلم (۱/۱۵۸) میں یہ دلیل دی ہے کہ ترک الوضوء ممّا مسّت النار کی حدیث اس کی بھی ناسخ ہے، لیکن ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ لحومِ ابل والی روایت مخصوص ہے اور یہ عام ہے تو اس صورت میں نسخ مشکل ہے۔'' (خزائن السنن: ۱/۱۶۷)

تبصرہ:

یاد رہے کہ حافظ نووی نے یہ بات بطور دلیل نہیں کی بلکہ لحوم ابل سے وضو واجب قرار نہ دینے والوں سے نقل کی ہے، کیونکہ وہ خود تو لکھتے ہیں کہ یہ دلیل بنتی ہی نہیں، کیونکہ وضو کرنے والی روایت خاص ہے اور عام الفاظ سے خاص کا نسخ مشکل ہے۔

پھر صفدر صاحب نے بھی لکھا ہے:

''لیکن جمہور کی طرف سے پیش کی گئی یہ دلیل صحیح معلوم نہیں ہوتی ......''

(خزائن السنن از صفدر: ۱/۱۶۷)

یہ بعض الناس کے دلائل کی کل کائنات تھی، جس کا حشر آپ نے دیکھ لیا، اب جبکہ وہ دلیل سے عاری ہو گئے، تو انہیں اثباتِ وضو والی احادیث میں تاویلاتِ فاسدہ کر کے ان کا جواب دینے کی سوجھ گئی، آیئے ان کی تاویلات اور ان کے شافی وکافی جوابات ملاحظہ ہوں:

تاویل نمبر ①:

''مولانا عثمانی فتح الملہم (۱/۴۹۰) میں ان روایات کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ان

حدیثوں میں وضو وجوب کے لئے نہیں، کیونکہ مجمع الزوائد (۲۵۰/۱) میں حضرت سمرۃ سوائی کی روایت آتی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم نے کہا کہ إنّا أهل بادية وماشية ، فهل نتوضأ من لحوم الابل والبانها؟ قال : نعم ، أو كما قال. علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: إسناده حسن إن شاء الله تعالىٰ .

مولانا عثمانی فرماتے ہیں کہ البانِ ابل سے وضو کا لازم نہ ہونا سب کا اتفاقی مسئلہ ہے تو اسی طرح لحوم ابل کا بھی یہی حکم ہوا اور مبارکپوری تحفۃ الاحوذی (۸۴/۱) میں اور مولانا سہارنپوری بذل المجہود (۱۱۲/۱) میں لکھتے ہیں کہ البان ابل کے استعمال سے وضو کے نہ ہونے پر اجماع امت ہے، حافظ ابن حجر فتح الباری (۱۵۰/۱) میں طبرانی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: مضمضوا من اللّبن ۔۔۔ تو جیسے ان روایتوں میں شرب لبن کے بعد مضمضہ لازم اور ضروری نہیں صرف مستحب ہے، اسی طرح لحوم ابل کے بعد بھی ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے۔۔۔" (خزائن السنن از صفدر : ۱۶۸/۱ ـ ۱۶۹)

تبصرہ :

امام ابن حبان فرماتے ہیں : ذكر البيان بأنّ الأمر با لوضوء ممّا مسّت النّار منسوخ خلا لحم الابل وحدها . "اس بات کا بیان کہ آگ سے پکی ہوئی چیزوں کے استعمال سے وضو کا حکم منسوخ ہے، سوائے اونٹ کے گوشت کے۔"

(صحیح ابن حبان : ۴۳۷/۳)

نیز لکھتے ہیں: ذكر خبر قد يوهم غير المتبحّر في صناعة العلم أنّه ناسخ لأمره بالوضوء من لحوم الابل .

"اس حدیث (ترک الوضوء ممّا مسّت النار) کا بیان جو کہ علمی میدان میں ناقص آدمی کو یہ وہم دلاتی ہے کہ آپ کا اونٹ کے گوشت کو کھانے سے وضو کا حکم اس سے

منسوخ ہو گیا ہے۔" (صحیح ابن حبان: ۱/۱۲۹)

تبصرہ:

صفدر صاحب نے اپنے مولانا عثمانی کے حوالہ سے اور عثمانی صاحب نے خود استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ لحوم الابل کے استعمال سے وضو مستحب ہے، واجب نہیں، حالانکہ:

① جس روایت کو بنیاد بنا کر صفدر صاحب اور عثمانی صاحب نے استدلال کیا ہے، وہ سخت "ضعیف" بلکہ "موضوع" (من گھڑت) درجے کی ہے، اس کا راوی سلیمان بن داود الشاذ کونی جمہور کے نزدیک "کذاب و متروک" ہے۔

مزے کی بات تو یہ ہے کہ اس راوی کی "تضعیف" پر صفدر صاحب احسن الکلام (۱/۲۰۴) میں پورا زور صرف کر چکے ہیں، لیکن یہاں ان کا حافظہ جواب دے گیا اور اس کی روایت سے استدلال کر لیا، ایسے کذاب و متروک اور خبیث راویوں کی روایات سے استدلال مقلدین ہی کا خاصہ ہے۔

② دودھ پینے کے بعد کلی کے استحباب پر خارجی قرائن (راوی صحابی اور خود رسول اکرم ﷺ کا کلی نہ کرنا) کی وجہ سے اسے استحباب پر محمول کیا گیا ہے، جبکہ لحومِ ابل (اونٹ کا گوشت کھانے سے) سے وضو کے عدم وجوب کا کوئی قابلِ اعتبار قرینہ موجود نہیں۔

③ محدثین کرام نے دودھ پینے کے بعد کلی کے استحباب کی صراحت کی ہے، جیسا کہ عثمانی صاحب نے خود لکھا ہے، جبکہ اس کے برعکس اونٹ کے گوشت کھانے پر محدثین نے وضو کو واجب قرار دیا ہے۔

دیکھیں امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، حافظ ابن حزم رحمہم اللہ وغیرہم کے اقوال و فتاوی جات، جو ہم ذکر کر آئے ہیں۔

انصاف شرط ہے کہ ایسے معاملے پر جسے بالاتفاق محدثین نے مستحب قرار دیا ہو، کسی ایسے معاملے کو کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے جسے محدثین نے واجب قرار دیا ہو؟

تنبیہ :

صفدر صاحب کا یہ کہنا کہ مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی میں اونٹ کا دودھ پینے کے بعد کلی کے مستحب ہونے پر اجماع لکھا ہے، مطالعہ کے فقدان اور عدمِ احتیاط کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے، کیونکہ مبارکپوری رحمہ اللہ تو ایسا کہنے والے (سہارنپوری صاحب) کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قوله : هذا محمول عند جميع الأمة علىٰ شربها بأن يستحبّ له الخ مبنيّ علىٰ غفلته عن مذاهب الأمة ، قال ابن قدامة : وفي شرب لبن الابل روايتان ، أحداهما ينقض الوضوء ،

"سہارنپوری کا یہ کہنا کہ اونٹ کے دودھ سے کلی کا حکم ساری امت کے ہاں استحباب پر محمول ہے، یہ ان کی مذاہب امت سے غفلت کا نتیجہ ہے، کیونکہ ابن قدامہ کہتے ہیں: اونٹ کا دودھ پینے میں بھی دو مذہب ہیں، ایک کے مطابق یہ وضو کو توڑ دیتا ہے۔

(تحفة الاحوذي : ١/٨٤)

تاویل نمبر ② :

جناب صفدر صاحب لکھتے ہیں:

"اور خطابی معالم السنن (١/١٣٦) میں لکھتے ہیں کہ لحوم ابل کے استعمال کے بعد وضوء مستحب ہے یا وضو لغوی مراد ہے، یعنی غسل اليدين والفم۔" (خزائن السنن : ١/١٦٩)

درس ترمذی (١/٣٠٠) میں جناب تقی عثمانی اور اعلاء السنن (١/١٧٧) میں جناب ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے بھی یہ بات کہی ہے۔

نیز امام طحاوی حنفی لکھتے ہیں: **قد یجوز أن یکون الوضوء الّذی أراده النّبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم هو غسل الید .** "ہوسکتا ہے کہ جو وضو نبی اکرم ﷺ نے مراد لیا ہے، وہ لغوی وضو یعنی ہاتھوں کو دھونا ہو۔"

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/ ۵۷)

تبصرہ:

① اس مسئلہ میں وضو کے لغوی ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: **إنّ الوضوء اذا جاء فی لسان الشّارع وجب حمله علی الموضوع الشّرعی دون اللّغوی لأنّ الظّاهر منه أنّه انّما یتکلّم بموضوعاته .** "جب رسول اکرم ﷺ کی زبان سے لفظ وضو نکلے تو اسے لغوی معنیٰ کے بجائے شرعی معنیٰ پر محمول کرنا ضروری ہوتا ہے، کیونکہ آپ سے معروف یہی ہے، کہ آپ شرعی لفظ بولتے ہیں۔"

نیز لکھتے ہیں: **ثمّ لا بدّ من دلیل نصرّف به اللّفظ عن ظاهره ویجب أن یکون الدّلیل له من القوّة بقدر قوّة الظّاهر المتروکة وأقوی منها ولیس لهم دلیلٌ .** "پھر ضروری ہے کہ کوئی ایسی دلیل ہو جس کے ذریعے ہم لفظ کو اس کے ظاہری معنیٰ (شرعی معنیٰ) سے ہٹا سکیں اور اس دلیل میں چھوڑے گئے ظاہر کے برابر بلکہ اس سے زیادہ قوت ہونا بھی ضروری ہے، جبکہ ان احناف کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں۔"

(المغنی لابن قدامه بحواله تحفة الأحوذی: ۱/۸۴)

حافظ ابن حزم لکھتے ہیں: **فإنّه لا یطلق الوضوء فی الشّرعیة الّا لوضوء الصّلاة فقط .** "شریعت میں لفظ وضو صرف نماز کے وضو کے لئے بولا گیا ہے۔"

نیز لکھتے ہیں: **ولو أنّ المعترض بهذا ینکر علیٰ نفسه القول بالوضوء**

من القهقهة في الصّلاة ولا يرى فيها الوضوء في غير الصّلاة ، لكان أولى به .

"ایسا اعتراض کرنے والا اگر خود قہقہے کی وجہ سے نماز میں وضو ٹوٹنے اور خارج نماز میں وضو نہ ٹوٹنے کو غلط قرار دیتا تو بہتر تھا۔" (المحلّی لابن حزم: ۲۴۲/۱۔ ۲۴۳)

امام ابن حبان حدیث براء پر یوں باب قائم فرماتے ہیں:

ذكر الخبر الدّال علىٰ أنّ الأمر بالوضوء من أكل لحوم الابل ، انّما هو الوضوء المفروض للصّلاة دون غسل اليدين .

"اس بات پر دلالت کرنے والی حدیث کا بیان کہ اونٹ کے گوشت سے جس وضو کا حکم دیا گیا ہے، وہ نماز کے لئے فرض کیا گیا وضو ہے، نہ کہ دونوں ہاتھوں کو دھونا۔"

(صحیح ابن حبان : ۴۱۰/۱)

④ اس موقع پر یہ لفظ وضو دراصل سائل کے سوال کے جواب میں وارد ہوا ہے، کوئی وجہ ہی نہیں کہ یہاں یہ لفظ لغوی معنی میں ہو۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں : انّه خرج جواباً لسؤال السّائل عن حكم الوضوء من لحومها والصّلوة في مباركها ، فلا يفهم من ذالك سوى الوضوء المراد للصّلوة . "یہ لفظ اونٹوں کے گوشت سے وضو اور ان کے باڑوں میں نماز کے متعلق ایک سائل کے سوال کا جواب دیتے ہوئے وارد ہوا ہے، لہٰذا اس سے نماز والے وضو کے علاوہ کچھ مراد نہیں لیا جا سکتا۔" (المغنی لابن قدامہ بحوالہ تحفۃ الأحوذی : ۸۴/۱)

کیا سائل نے رسول اکرم ﷺ سے لغوی وضو کے بارے میں سوال کیا تھا، نیز اگر صرف ہاتھ دھونا ہی مراد ہوتا، تو اس میں پوچھنے والی کون سی بات تھی؟

⑤ اگر یہاں وضو سے ہاتھ دھونا مراد لیں، تو پھر سوال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بکری اور اونٹ میں فرق کیوں کیا؟ نیز وضو اور نماز کا اکٹھا سوال اور اکٹھا جواب بھی اس تاویل کا رد نہیں کرتا؟

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: إنّه لو أراد غسل اليد لما فرّق بينه وبين الغنم فانّ غسل اليد منها مستحبّ ولهذا قال من بات وفي يده ريح غمر فأصابه شئ فلا يلومنّ الّا نفسه وما ذكروه من زيادة الزّهومة فأمر يسير لا يقتضي التفريق .

"اگر آپ کی مراد ہاتھ دھونا ہوتی، تو پھر آپ اونٹ اور بکری کے گوشت میں فرق نہ کرتے، کیونکہ ہاتھ دھونا تو بکری کا گوشت استعمال کرنے کے بعد بھی مستحب ہے، اسی لئے آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے ہاتھ میں رات کے وقت گوشت کی بو موجود ہو اور اسے کوئی موذی چیز نقصان پہنچا دے، تو وہ صرف اپنے آپ ہی کو ملامت کرے، رہا احناف کا یہ کہنا کہ اونٹ کے گوشت میں تعفن زیادہ ہوتا ہے، تو یہ ایسا معاملہ نہیں جو فرق کا سبب بن جائے۔

(المغني لابن قدامه بحواله تحفة الأحوذي: ۸۴/۱)

امام ابن حبان فرماتے ہیں: في سؤال السّائل عن الوضوء من لحوم الابل وعن الصّلوة في اعطانها ، و تفريق النبيّ صلّى اللّه عليه وسلّم بين الجوابين ، أرى البيان أنّه أراد الوضوء المفروض للصّلوة ، دون غسل اليدين ، ولو كان ذالک غسل اليدين من الغمر لاستوى فيه لحوم الابل والغنم جميعا .

"سائل کا اونٹ کے گوشت سے وضو کرنے اور ان کے باڑوں میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال اور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے دونوں سوالوں کا الگ الگ جواب، واضح دلیل ہے۔ آپ کی مراد نماز والا وضو ہے نہ کہ صرف دونوں ہاتھوں لینا، اگر یہاں مراد ہاتھوں کو گوشت کی بدبو کے سبب سے دھونا ہوتا، تو اس میں اونٹ اور بکری کا گوشت برابر ہوتا۔" (صحیح ابن حبان: ۴۱۱/۱)

کچھ آثار جو اس بارے آئے ہیں ان کا تجزیہ حسبِ ذیل ہے:

① یحییٰ بن قیس کہتے ہیں: رأيت ابن عمر أكل لحوم جزور وشرب لبن ابل وصلّى ولم يتوضّا .

"میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، آپ نے اونٹ کا گوشت کھایا اور دودھ پیا، پھر نماز پڑھی، لیکن وضو نہیں کیا۔" (مصنف ابن أبي شيبة: ٤٦/١)

تبصرہ:

اس کی سند "ضعیف" ہے، یحیٰ بن قیس الطائفی کی ابنِ حبان کے علاوہ کسی نے توثیق نہیں کی، لہٰذا یہ "مجہول الحال" ہے۔

✿ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے اونٹ کا گوشت کھایا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی، لیکن وضو نہیں کیا۔

(مصنف ابن أبي شيبة: ٤٦/١، الرقم:)

تبصرہ:

اس اثر کی سند سخت ترین "ضعیف" ہے، کیونکہ:

① اس میں جابر جعفی "ضعیف، رافضی" ہے۔(التقريب: ٨٧٨)

② سفیان "مدلس" ہیں۔

③ ابو سبرہ النخعی "مقبول" (مجہول الحال) ہے۔(التقريب: ٨١١٤)

✿ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے اونٹ کا گوشت کھا کر نماز پڑھی، لیکن وضو نہیں کیا۔(مصنف ابن أبي شيبة: ٤٦/١)

تبصرہ:

یہ اثر بھی سخت "ضعیف" ہے، کیونکہ اس میں:

① جابر الجعفی "ضعیف، رافضی" ہے۔

② شریک القاضی "مدلس" ہیں اور "عن" سے روایت کر رہے ہیں۔

✿ نفاعہ بن مسلم کہتے ہیں کہ سوید بن غفلہ تابعی نے اونٹ کا گوشت کھایا، پھر

نماز پڑھی، لیکن وضو نہیں کیا۔(مصنف ابن أبي شيبة: ١/٤٦ وسندهٔ صحيح)

تبصرہ:

یہ نہ قرآن ہے نہ حدیث نہ قولِ صحابی، بلکہ ایک مسلمان کا اجتہاد ہے، جو حدیثِ رسول ﷺ سے متصادم ہونے کی وجہ سے ناقابلِ عمل ہے۔

❁ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اونٹ، گائے اور بکری کا گوشت کھانے پر وضو نہیں۔(مصنف ابن أبي شيبة: ١/٤٦)

تبصرہ:

یہ نہ قرآن ہے نہ حدیث نہ قولِ صحابی نہ قولِ ابی حنیفہ، جو صحیح احادیث، عملِ صحابہ اور جمہور ائمہ محدثین کی تصریحات کے متصادم ہونے کی وجہ سے ناقابلِ عمل ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ احادیثِ رسول میں واضح طور پر اونٹ کا گوشت استعمال کرنے سے وضو کا حکم دیا گیا ہے، صحابہ کرام اس کی تصریح کر رہے ہیں، محدثین کرام بانگِ دہل اس کا اعلان کر رہے ہیں اور مخالفین کا بھرپور ردّ فرما رہے ہیں، اس کے خلاف کوئی دلیل بھی نہیں، لیکن اس کے باوجود مقلدین اس کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں اور احادیثِ رسول میں طرح طرح کی تاویلاتِ باطلہ کرنے پر اتر آئے ہیں۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اگر مقلدین کے پاس کوئی دلیل نہ تھی تو تقلید کا پٹا اتار کر نبی اکرم ﷺ کا اتباع کر لیتے، لیکن ماننے کے بجائے انہوں نے اپنے مقلد ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا ہے اور صحیح وصریح احادیث کے خلاف تاویلات کا پٹارا کھول لیا ہے۔

قارئین! انصاف کریں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت ؟؟؟



Monthly ZARB-E-HAQ Sargodha

اغراض و مقاصد

قرآن وحدیث، اجماعِ امت اور اجتہادِ شرعی کی ترویج واشاعت

صحیح احادیث کا پرچار اور ضعیف سے قطعی اجتناب

عقیدۂ توحید (توحیدِ الوہیت، توحیدِ ربوبیت اور توحید الاسماء والصفات) کا محدثین کے منہج کے مطابق احیاء وترویج

باطل اور گمراہ فرقوں کا مدلل ومبرہن ردّ

صحابہ کرام اور محدثین وائمہ دین کے ساتھ محبت کی رغبت

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد کی طرح مثالی اور اسلامی معاشرہ کا قیام

جیسا کہ

امام عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی رحمہ اللہ (م ۱۵۷ھ) فرماتے ہیں:

عليك بآثار من السّلف وإن رفضك النّاس ، وإيّاك ورأى الرّجال وإن زخرفوه بالقول ، فإنّ الأمر ينجلي وأنت على طريق مستقيم .

''تو سلف (محدثین) کے آثار کو لازم پکڑ، اگرچہ تجھے لوگ چھوڑ دیں، تو (بدعتی) لوگوں کی آراء سے بچ، اگرچہ وہ ان کو باتوں کے ساتھ مزین کریں، کیونکہ بلاشبہ معاملہ صاف ہے اور تو صراطِ مستقیم پر ہے۔'' (شرف اصحاب الحديث للخطيب : ٦، الشريعة للآجري : ١٢٧، وسندهٗ صحيحٌ)

قارئین کرام! ماہنامہ ''ضربِ حق'' آپ کا اپنا مجلّہ ہے۔ اس کی سلسلہ وار اور بخوبی اشاعت کے لیے دامے، درمے، سخنے، قدمے، قلمے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

انٹرنیٹ پر ضربِ حق پڑھنے کے لئے
WWW. AL-SUNNAH.IRCPK.COM